زکوٰۃ کے مستحق کون ہیں؟

کیا زکاۃ علمی و اشاعتی اداروں کو دی جا سکتی ہے؟

(۸)

مولانا محمد شہاب الدین ندوی، فرقانیہ اکیڈمی، بنگلور

۲ - اس مسئلے میں دوسرے بڑے بڑے مفسرین نے طبری کے برعکس اختلاف کا ذکر کیا ہے، اور حج کو بھی اس اختلافی تفسیر میں شامل قرار دیا ہے - واضح رہے کہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں جو روایات بیان کی ہیں وہ سب کی سب مستند یا اعلیٰ درجے کی نہیں ہیں، بلکہ ان میں بہت سی روایات ضعیف اور غیر مستند بھی ہیں، جن کی تنقیح علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں کی ہے - چنانچہ تفسیر ابن کثیر نہ صرف تفسیر ابن جریر کا خلاصہ ہے، بلکہ اس پر اضافہ بھی ہے - جو خاص کر حدیثوں پر نقد و جرح کرنے کے سلسلے میں ایک معتبر تفسیر قرار دی گئی ہے - کیونکہ علامہ ابن کثیرؒ ایک بلند پایہ محدث بھی تھے - چنانچہ ابن کثیرؒ نے زیر بحث مسئلے میں اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے اس کی بھی تصریح کر دی ہے، کہ یہ اختلاف خود حدیث نبوی ؐ

کی موجودگی کے باعث پیدا ہوا ہے۔

واما فی سبیل اللہ فمنھم الغزاۃ الذین لا حق لھم فی الدیوان، وعند الامام أحمد والحسن واسحاق والحج من سبیل اللہ للحدیث، اب رہا یہ قول کہ اللہ کے راستے ہیں، تو اس میں وہ غازی بھی داخل ہیں جن کا سرکاری رجسٹر میں نام نہ ہو، (یعنی جو تنخواہ دار نہ ہوں) اور امام احمد، حسن بصری اور اسحاق کے نزدیک حدیث نبوی کی بناء پر حج بھی سبیل اللہ میں شامل ہے [۱۱۱]

اسی طرح امام قرطبی نے بھی اپنی تفسیر میں تفصیلی طور پر اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے امام بخاری کی تصریحات کو بھی پیش کیا ہے [۱۱۲] جس کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

۳۔ اس موقع پر ایک اہم سوال یہ ہے کہ مفسرابن جریر نے جو واحد قول نقل کیا ہے وہ کس کا قول ہے؟ کیا یہ کوئی مرفوع حدیث ہے! یا صحابۂ کرام کا قول ہے! جی نہیں، فی سبیل اللہ سے غازی مراد ہونے پر صحابۂ کرام سے کوئی روایت منقول نہیں ہے۔ اور جو روایات ملتی ہیں وہ حج سے متعلق ہیں، جیسا کہ امام بخاری کے حوالے سے مفصّل بحث اوپر گذر چکی ہے۔ اور امام بغوی نے شرح السنۃ میں امام بخاری کی تعلیقات وتصریحات کا خلاصہ بیان کرکے اس

---

۱۱۱ :۔ تفسیر القرآن العظیم المعروف بتفسیر ابن کثیر ۲/۳۶۶، مطبوعہ مصر۔

۱۱۲ :۔ دیکھئے الجامع لاحکام القرآن المعروف بتفسیر قرطبی ۸/۱۸۵۔

مسلک کے قوی ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔ اور ان پر بعض روایات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اہل علم یہ پوری بحث کتاب مذکور میں دیکھ سکتے ہیں۔ ۱۱۵

۴:۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ابن زید کون ہیں؟ کوئی صحابی یا تابعی ہیں؟ جی نہیں، بلکہ کوئی گمنام قسم کے آدمی معلوم ہوتے ہیں، حافظ ابن حجرؒ نے "ابن زید" نامی متعدد افراد کا تذکرہ اپنی مرتب کردہ "علم الرجال" کی کتابوں میں کیا ہے، جن میں زیادہ تر معتزلی، متروک الحدیث اور مجہول الحال لوگ ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض ثقہ راوی بھی ہیں ۱۱۶ مگر نہیں معلوم کہ اس موقع پہ کون سے "ابن زید" مراد ہیں؟ جن کے قول کو معترض نے بڑے احترام کے ساتھ "فرمایا" کہہ کر ترجمہ کیا ہے۔ اسی طرح امام ذہبیؒ نے بھی ایک "ابن زید" کا تذکرہ کیا ہے، جو حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ اور جس نے چالیس حدیثیں وضع کی تھیں ۱۱۷۔ بہرحال اس موقع پر اول تو یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ ابن زید کوئی ثقہ بزرگ تھے۔ اور اگر بالفرض یہ بات ثابت بھی ہو جائے، تو اصولی اعتبار سے وہ ایک غیر صحابی کا قول ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں رہ جاتا۔

۱۱۵۔ شرح السنۃ، ابو محمد ابن مسعود بغوی، ۹۳/۲، ۹۶، المکتب الاسلامی بیروت طبع اول دیکھیے ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء

۱۱۶۔ دیکھیے تہذیب التہذیب، ابن حجر، ۵۲/۹، ۱۵۳، لاہور، لسان المیزان [illegible]

۱۱۷۔ میزان الاعتدال، ابو عبداللہ محمد بن احمد ذہبی، ۳/۱۰، مطبوعہ پاکستان [illegible]

۵ - جب متعدد حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو بھی فی سبیل اللہ میں شامل کیا ہے. اور خود متعدد صحابہ کرام کا مسلک اسی پر رہا ہے تو پھر اب اس بات کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے کہ کسی مفسر نے اس مسئلے کو "اختلافی" قرار دیا ہے یا نہیں؟ اور پھر حدیث نبوی نیز مسلک صحابہ کے مقابلے میں کسی مجہول الحال شخص کے قول کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟ اتنی موٹی سی بات بھی معترض کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی؟ کیا معترض حدیث رسول اور مسلک صحابہ کے مقابلے میں ایک مجہول شخص کے قول کو ترجیح دینا چاہتے ہیں؟ یہ کونسا فقہی اصول ہے؟

۶ :- روایتی اعتبار سے علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تفسیر سب سے زیادہ جامع ہے، اور اس میں مذکورہ بالا ابن زید کے علاوہ ایک اور قول سلیمان بن مقاتل کا بھی ملتا ہے، کہ فی سبیل اللہ سے مراد مجاہدین ہیں -

واخرج ابن ابی حاتم عن مقاتل فی قولہ وفی سبیل اللہ، قال ھم المجاھدون : اور ابن ابو حاتم نے مقاتل سے روایت کیا ہے کہ ارشاد باری "اور اللہ کے راستے میں" اس سے مراد مجاہد ہیں۔[۱]

مگر ان بزرگ (مقاتل بن سلیمان) کے بارے میں خود سیوطیؒ نے اتقان میں تصریح کی ہے کہ وہ ناقابل اعتماد ہیں، کیونکہ وہ

---

(۱) الدر المنثور، جلال الدین سیوطی، ۳۸، ج ۳ ص ۲۵۲

ناقص و نکمے مسلکوں کا اتباع کرتے ہیں۔

وبعده مقاتل بن سليمان، الا ان الكلبى يفضل عليه لما فى مقاتل من المذاهب الردية۔ ؁۱۱

اور حافظ شمس الدین داؤدیؒ اپنی کتاب طبقات المفسرین میں مقاتل بن سلیمان کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ (محدثین نے) ان کی تکذیب کی، اور انہیں متروک قرار دیا ہے۔ نیز ان پر عقیدۂ تجسیم کے قائل ہونے کی بھی تہمت ہے۔ وہ ساتویں طبقے میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اور ان کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے۔

كذبوه وهجروه، ورمى بالتجسيم، من الطبقة السابعة مات سنة خمسين ومائة۔ ؁۱۲

۷۔ اس موقع پر معترض کی ایک علمی خیانت ملاحظہ ہو کہ انہوں نے یہاں پر بھی غازی کا ترجمہ (طبری کی عبارت میں) "مجاہد" کر دیا ہے، جو ایک معنوی تحریف ہے۔ معترض چونکہ جہاد کی عینک چڑھائے ہوئے ہیں اس لئے انہیں قرآن اور حدیث کے ہر ہر لفظ میں جہاد ہی جہاد نظر آرہا ہے۔

۸۔ اور پھر اس موقع پر خود طبری نے غزوہ کی جو تعریف بیان کی ہے

۱۱: الاتقان فی علوم القرآن، جلال الدین سیوطی، ۲/۱۸۹، مصطفی البابی والحلبی، مصر تیسرا ایڈیشن ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء

۱۲: طبقات المفسرین، ابن رداؤدی (م ۹۴۵ھ) ۲/۳۳۰، دار الکتب

میں علمی جہاد بھی شامل ہے۔ اور اس اعتبار سے ابن جریر نے فی سبیل اللہ سے مراد غزوہ وقتال ہی مراد لیا ہے۔ تب بھی دین وشریعت کی نصرت و حمایت کو مقدم رکھا ہے اور اس اعتبار سے عسکری جہاد کو علمی جہاد سے الگ کرنا بہت مشکل ہے۔ مگر یہ تشریح چونکہ معترض کے گمراہ کن نظریہ کے خلاف تھی، اس لئے انہوں نے اسے صاف گول کر دیا اور اس پر کوئی بحث ہی نہیں کی۔

۹:- مذکورہ بالا مباحث سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ ابن جریر کی تحریر سے معترض کا مدعا کسی بھی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر بات ان کے خلاف جا رہی ہے۔ لیکن وہ مغالطوں پر مغالطے دیتے ہوئے ساری دنیا کو یہی باور کرانا چاہتے ہیں کہ پوری ملت اسلامیہ اُن کی تائید وحمایت میں اور راقم سطور کے خلاف ہے۔ مگر وہ اپنی تائید و حمایت میں جن مصنفین کے اقوال وآراء سے استدلال کرتے ہیں۔ ان کی پوری پوری عبارتیں نقل کرنے کے بجائے محض چند ادعائی بیانات داغ کر گزر جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں۔

"اس کے بعد ابن جریر نے دو احادیث درج کی ہیں جن سے اس تفسیر کی تائید وتعیین ہوتی ہے"۔ [۹]

یعنی معترض یہ کہہ رہے ہیں کہ ابن جریر کی پیش کردہ دونوں حدیثوں سے فی سبیل اللہ سے غزوہ وقتال مراد ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ مگر معترض صرف اتنا ہی کہہ کر آگے بڑھ گئے ہیں، کیونکہ ان حدیثوں کو نقل

۹: ماہنامہ الفرقان، اپریل ۱۹۸۸ء ص ۳۶

کرنے کی ان کی ہمت ہی نہیں تھی۔ ظاہر ہے کہ ان حدیثوں سے وہ مفہوم سرے سے ثابت ہی نہیں ہوتا۔ اس طرح وہ قدم قدم پر عیاری سے کام لے کر عوام کو فریب میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔

اس اعتبار سے معترض کا کوئی ایک دعویٰ بھی صحیح ثابت نہیں ہوتا بلکہ اناپ شناپ طریقے سے وہ جس چیز کو بھی بطور دلیل پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ خود انہیں کے خلاف جاتی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اور ایک ضرب المثل ہے، "بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیدا ست" یعنی ہم جس سرزمین پر بھی پہنچے وہاں آسمان کو موجود پایا۔ بالفاظ دیگر ہمیں مصیبتوں سے چھٹکارا کہیں بھی نہ مل سکا۔

یہ ہے ہندستان کے ایک بہت بڑے مدرسے کے ایک بہت بڑے مدرس کی علمیت وقابلیت کا حال جو اپنی "علامیت" کا رعب جمانے کا مظاہرہ کرتے ہوئے علم دین کی رسوائی کا باعث بن گئے ہیں۔ اور اس کار خیر میں الفرقان بھی پوری طرح معاون و مددگار نظر آتا ہے۔

حاصل بحث یہ کہ معترض نے علامہ ابن حزمؒ اور علامہ ابن جریر طبریؒ وغیرہ کے افکار و آراء کو اپنے فتنہ پرور نظریات و مقاصد کی تائید میں جس طرح استعمال کیا ہے۔ وہ بددیانتی اور سوفسطائیت کا ایک بدترین نمونہ ہے، اور ستم پشتم کاروائی سے ان کے نظریات کی ایک فی صد تائید بھی نہیں ہو سکی۔ بلکہ انہیں منہ کی کھانی پڑی۔ اور آئمہ کے سارے دعوے سراب اور ریت کے تودے ثابت ہو گئے۔ جن میں صداقت و واقعیت کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔ یہ نتیجہ ہے دین وشریعت کے معاملات میں خواہ مخواہ ٹانگ اڑانے اور بے سوچے سمجھے قلم چلانے کا۔

اسی کو کہا جاتا ہے :

زمیں سخت و آسماں دور

کہتے ہیں کہ ایک جھوٹ کو نبھانے کے لئے سو جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ اور اس کا مظاہرہ معترض نے اپنے مضمون میں نہایت فراخدلی کے ساتھ بھرپور انداز میں کیا ہے۔ نیز معترض نے ابن جریر طبری کی تفسیر کو بنیاد بنا کر یہ "ثابت" کرنا چاہا ہے کہ بعد والے تقریباً تمام مفسرین نے گویا ابن جریر ہی کی تفسیر کی اتباع کی ہے، اور اپنی تفسیروں میں "حدیث مذکور" (یعنی لا تحل الصدقۃ لغنی الا لخمسۃ) کو بنیاد بنا کر کلام کیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط دعویٰ اور مفسرین پر ایک اتہام ہے۔ اور میرے محدود مطالعہ کی رو سے سوائے ابن جریر کے اور کسی نے اس کا ارتکاب نہیں کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفسرین ابن جریر کی غلط فہمی پر متنبہ ہو گئے تھے۔ مگر معترض اپنی "تحقیق انیق" اور ذہنی اختراع کے زور میں چھلانگوں پر چھلانگیں لگاتے چلے جا رہے ہیں۔ اور سامنے کی کھائیوں کو بالکل نظر انداز کر رہے ہیں۔ چنانچہ پہلے تو انہوں نے ایک حدیث سے غلط مفہوم اخذ کرکے جو غلط دعویٰ کر دیا تھا۔ اور پھر اس کی تائید میں جو "کرتب" دکھائے تھے وہ ہی اللہ کی سُبکی کے لئے کیا کم تھا؟ کہ اس کے بعد انہوں نے اس سے بڑا دعویٰ یوں کر دیا۔

"اس حدیث میں فی سبیل اللہ کے ساتھ غازی کی قید لگا کر زبان نبوت ہی میں ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کی مراد واضح کر دی، اس لئے فی سبیل اللہ پر بحث کرتے ہوئے عموماً مفسرین نے اس حدیث کو ہی پیش کیا ہے۔" ۱۲۰ ؎

(حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

مگر اس موقع پر یہ نہیں بتایا کہ کن کن مفسرین نے اس حدیث کو بطور سند پیش کیا ہے؟ اگر کوئی دو چار نام ہی بتا دیتے تو یہ علمی دنیا پر ایک بہت بڑا احسان ہوتا، اور اہل علم کو مفسرین کے فہم و ذکاء کو پرکھنے کا بھی ایک موقع ملتا۔

مگر ہاں دو صفحے بعد انہوں نے اسی سلسلۂ بحث میں چند تفسیروں کا نام لیا ہے جو یہ ہیں: تفسیر ابن کثیر، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک، تفسیر قرطبی احکام القرآن از جصاص رازی، اور احکام القرآن از ابن العربی، تو واضح رہے تفسیر ابن کثیر کی عبارت اوپر پیش کی جا چکی ہے، جس میں مذکورہ بالا حدیث کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ اسی طرح تفسیر کبیر اور تفسیر مدارک میں بھی، اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ اب رہے قرطبی (۸/۱۸۶) جصاص رازی (۳/۱۲۷) اور ابن العربی (۲/۹۶۹) تو ان کے نزدیک اس حدیث سے استدلال صرف اسی قدر ہے کہ ایک مالدار شخص کو غازی ہونے کی صورت میں زکاۃ کی رقم دی جا سکتی ہے۔ مگر یہ مفہوم کسی نے بھی بیان نہیں کیا کہ اس حدیث کے مطابق سبیل اللہ سے مراد غازی ہے بلکہ جصاص رازی حنفی (صاحب احکام القرآن) کی تحریر اور ان کے اسلوب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک امام محمد کے قول کو ترجیح حاصل ہے، جو فی سبیل اللہ سے محتاج حاجی مراد لینے کے قائل ہیں۔ اس کی تفصیل اگلے باب میں آئے گی۔

یہ ہے قدیم مفسرین کا وہ نام نہاد "اجماع" جسے معترض ...

۱۔ ماہنامہ الفرقان، اپریل ۱۹۸۸ء ص ۳۵

زور و شور سے پیش کر کے عوام کو راقم سطور کے خلاف بھڑکانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ معترض کا ایک ذہنی اختراع ہے، جو کذب و افترا کا ایک پلندہ نظر آتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے جو روایات مذکور ہیں، ان میں سے کسی میں بھی (میرے علم و تحقیق کے مطابق) صراحۃً و اصالۃً یہ بات مذکور نہیں ہے کہ فی سبیل اللہ سے جہاد یا غزوہ مراد ہے، اور "غازی فی سبیل اللہ" والی حدیث سے یہ بات محض اشارۃً نکلتی ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً یہ نہیں فرمایا کہ غازی بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے، جس طرح کہ آپ نے حج کے بارے میں صراحتاً فرمایا کہ حج واقعی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ (فان الحج فی سبیل اللہ) بلکہ فرمایا تو صرف اتنا فرمایا کہ ایک مالدار شخص غازی ہونے کی صورت میں فی سبیل اللہ کے تحت آ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں اسالیب اور طرز بیان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس کو اصول فقہ کی زبان میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ حج کا فی سبیل اللہ میں ہونا بطور "عبارۃ النص" ہے۔ غزوہ کا فی سبیل اللہ میں شامل ہونا بطور "اشارۃ النص" یا "دلالۃ النص" ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ قوت و تاکید کی رو سے عبارۃ النص، اشارۃ النص اور دلالۃ النص سے مقدم ہوتی ہے۔ یہی حال تعلیم کا بھی ہے۔ جو بطور عبارۃ النص فی سبیل اللہ میں شامل ہیں۔

اس اعتبار سے جن فقہاء نے اس سے حج مراد لیا ہے، ان کی دلیل

بہت قوی اور مضبوط ہے۔ لیکن اہل علم کے فی سبیل اللہ میں داخل کرنے کی حقیقت مستور رہی۔ کیونکہ دور اول میں جب کہ اسلام کا غلبہ عسکری اعتبار سے مطلوب تھا، اس لئے فی سبیل اللہ سے مراد عموماً جہاد (عسکری) لیا گیا۔ مگر فقہا و مفسرین کی رائے حرف آخر نہیں ہو سکتی، خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ حدیثوں میں فی سبیل اللہ کی دوسری تفسیریں بھی موجود ہوں۔ بہرحال پچھلے مباحث سے بخوبی واضح ہو گیا کہ حدیث رسول کی تصریحات کے مطابق جہاد عسکری کے مقابلے میں جہاد علمی اور حج کی زیادہ اہمیت ہے۔ اور یہ بات دین ابدی کے تقاضوں کے بھی عین مطابق معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جہاد عسکری بخلاف جہاد علمی کے ہر دور، ہر ملک، ہر جگہ اور ہر وقت جاری نہیں رہ سکتا۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ :-

فی سبیل اللہ کی عمومیت کے خلاف ایک بے بنیاد شبہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ معترض تحریر کرتے ہیں۔

"مصارفِ زکاۃ کی آیت میں "فی سبیل اللہ" سے عام معنی مراد لینا درست نہیں۔ کیونکہ اس عموم سے تو "فی سبیل اللہ" کے دائرے میں اتنی وسعت ہو جائے گی کہ اس کے افراد کا شمار کیا ہوتا، اس کے اصناف کا شمار ممکن نہ ہوگا۔ اور یہ عموم مصارف زکاۃ کے آٹھ میں محصور کرنے کے منافی ہے۔"

یہ شبہ اصلاً ڈاکٹر یوسف قرضاوی کا پیش کردہ ہے۔ جسے ...

نے اپنے مضمون میں ایک تکیہ کلام بنالیا ہے اور جا بجا اس کو ایک ٹیپ ریکارڈ کی طرح دُہراتے چلے گئے ہیں، گویا کہ فی سبیل اللہ سے اگر واحد مفہوم غزوہ و قتال مراد نہ لیا گیا، تو پھر دین پہ آنچ آجائے گی۔ اور مصارف زکوٰۃ آٹھ میں محصور نہ رہ سکیں گے۔

مگر ظاہر ہے کہ جب خود حدیث نبوی نے اس لغو اور مہمل شبہ و اعتراض کو باطل قرار دیتے ہوئے کلام الٰہی کے صحیح مفہوم و منشا کا تعین کر دیا ہے تو پھر ما و شما کو خواہ مخواہ قسم کے لنگڑے بہانے تلاش کرکے حکم الٰہی سے سرتابی کرنے کا جواز ہی کہاں باقی رہ جاتا ہے؟ اور پھر ایسی صورت میں جب کہ ائمہ و فقہا نے بھی جہاد سے واحد مراد "عسکری جہاد" نہیں لیا بلکہ اس میں "قولی جہاد" مراد ہونے کو بھی صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ اس اعتبار سے یہ چیز دو طرفہ طور پر معقول و مدلل ہو جاتی ہے۔

لہٰذا یہ چیز زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں محصور ہونے کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ فی سبیل اللہ کے علاوہ بقیہ "سات مصارف" منصوص طور پر مذکور ہیں، جن کے تعین میں کسی بھی دور والوں کو کوئی اشتباہ نہیں ہو سکتا۔ مگر فی سبیل اللہ ایک "مبہم" دفعہ ہے جس کے ابہام کو خود حدیث نبوی نے دور کر دیا ہے جو کلام الٰہی کی اولین شارح ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں مروی حدیثوں کے مطابق فی سبیل اللہ میں "عمومیت" ضرور ہے، مگر اتنی بھی نہیں کہ اس میں "پلوں اور سڑکوں کی تعمیر وغیرہ سب کچھ آجائے۔ بلکہ اس میں خاص کر طلبۂ علم اور معلمان دین بخوبی شامل ہو سکتے ہیں۔ جو اوپر پیش کردہ حدیثوں کے مطابق

مجاہدین" ہی کے مشابہ بلکہ بعض حدیثوں کی رُو سے ان سے بھی بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ "جہادِ عسکری" تو کبھی کبھی پیش آتا ہے، جب کہ "جہادِ علمی" ہر دور اور ہر حالت میں ضروری ہے۔

بہر حال ایک حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زکاۃ کی رقم مانگی تو آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

اِنَّ اللّٰہَ تعالیٰ لَمْ یَرْضَ بِحُکْمِ نبیٍّ وَلَا غیرِہٖ فی الصدقاتِ حتیّٰ حَکَمَ فِیْھَا ھُوَ، فَجَزَّاھَا ثَمَانِیَۃً، فان کُنْتَ مِن تِلْکَ الاجزاء اعطیتُکَ حقّکَ۔ "اللہ تعالیٰ زکاۃ کے بارے میں کسی نبی یا کسی اور کے حکم پر راضی نہیں ہوا، بلکہ خود ہی اپنی طرف سے اس کا فیصلہ کرتے ہوئے اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ لہٰذا اگر تو ان آٹھ [illegible] سے کسی میں شامل ہے تو میں تیرا حق تجھے دے سکتا ہوں۔"[۲۱]

اس حدیث کی رو سے علمی و فنی سرگرمیوں کے لئے رجوع دراصل جہاد ہی کی تاویل میں ہے، زکاۃ کی رقم دینے سے قرآن کی آٹھ مدوں (مصارف) پر کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ معترض نے اپنے مضمون میں جگہ جگہ اس کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ علمی جہاد فی سبیل اللہ کی مد میں آتا ہے۔ لہٰذا آٹھوں مدیں اپنی جگہ پر بالکل مستقل رہتی ہیں۔ اور ان میں کسی قسم کی ترمیم و اضافہ نہیں ہو سکتا۔

---

[۲۱] سنن ابوداؤد کتاب الزکاۃ، ۲/۲۸۱

لیکن اگر بالفرض اسے "نویں مد" یا قرآن پر اضافہ قرار دیا جائے تو پھر عربی مدرسوں کو بھی زکاۃ کی رقم دینا بند کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ بھی فی سبیل اللہ کی تاویل میں ہیں۔ اور یہ قاضی ظہیر الدین بخاری حنفیؒ (صاحب فتاویٰ ظہیریہ) کا صدقہ ہے کہ ان کے فتوے کی رو سے عربی مدرسے بھی صدیوں سے فی سبیل اللہ کے تحت مستفید ہو رہے ہیں۔ ورنہ اگر فی سبیل اللہ کو صرف جہاد (بمعنی غزوہ وقتال) یا حج ہی میں محصور کر دیا جائے تو پھر عربی مدرسوں کو مقفل کرنا پڑے گا۔ مگر معترض اپنے مضمون میں "ڈبل گیم" کا مظاہرہ کرتے ہوئے علمی اداروں کو "قرآن پر اضافہ" قرار دے کر اس مد کی امداد سے محروم رکھنا چاہتے ہیں، تو دوسری طرف بلا تکلف چور دروازے سے عربی مدرسوں کو اس میں شامل قرار دیتے ہیں۔ اس پر تفصیلی بحث آگے آ رہی ہے۔ جو علمی خیانت کا ایک بد ترین نمونہ ہونے کی وجہ سے بڑی عبرتناک اور سبق آموز ہے۔ بقول اقبالؔ۔ ؎

غارت گر دیں ہے یہ زمانہ ہے اس کی نہاد کافرانہ

ختم شد